اقوال زریں

□ مرد اگر دین دار ہو جائے تو دین گھر کی دہلیز تک پہنچ جاتا ہے اور اگر گھر کی عورت دین دار ہو جائے تو دین نسلوں تک پہنچ جاتا ہے۔

□ ہمیشہ اس وقت بولیں جب آپ کو احساس ہو کہ آپ کے الفاظ جو آپ کہنے جا رہے ہیں آپ کی خاموشی سے زیادہ خوب صورت ہیں۔

روزنامہ راشٹریہ سہارا
ROZNAMA RASHTRIYA SAHARA GORAKHPUR

منی پور: اب بھی صرف میٹنگ کیوں؟

کہتے ہیں فساد صرف جان و مال کی تباہی کا ہی سبب نہیں بنتا بلکہ انسانی معاشرے پر اس کے ہمہ گیر اثرات ہوتے ہیں۔ اس کا بروقت تدارک اور اندوہیں کیا گیا تو رد یکی تبدیلی کا موجب بننے والے یہ اثرات انسانی تمدن تک کو تباہی کی تیخ پر اڈا ڈالتے ہیں۔ یہی تجھ آج منی پور میں ہو رہا ہے۔ شمال مشرقی ہندوستان کی اس چھوٹی سی پہاڑی ریاست میں کوکی اور میتئی قبائل کے درمیان جاری پرتشدد فساد کا ایک سال سے زائد کا عرصہ گزر چکا ہے اور وہاں اب تک قیام امن کی کوئی ٹھوس کوشش نہیں کی گئی ہے۔ ریاستی حکومت کی نااہلی اور مرکز کی عدم دلچسپی کی وجہ سے نسلی تعصب کا زہر پہاڑ سے اتر کر میدان کے باسیوں میں سرایت کر چکا ہے۔ وہاں ہر روز تشدد پھوٹتا ہے اور لوگ مارے جاتے ہیں۔ اب بھی ہجوم پولیس اسٹیشنوں اور اسلحہ فورسز کی چوکیوں پر حملہ کرتے ہیں اور تھیلیا لوٹتے ہیں۔ سیکورٹی فورسز ان پر قابو پانے میں ناکام نظر آتی ہیں۔ صورتحال کی خرابی کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے کہ سماج تو دو حصوں میں تقسیم ہوا ہی تھا، انتظامیہ بھی دو حصوں میں بٹ چکا ہے۔ میتئی علاقوں میں کوکی سیکورٹی اہلکاروں کی تعیناتی نہیں کی جا سکتی ہے اور کوکی علاقوں میں میتئی سیکورٹی اہلکاروں کی تعیناتی ممکن نہیں رہی ہے۔ بھارتیہ جنتا پارٹی کی سرپرست راشٹریہ سوئم سیوک سنگھ بھی اس پرخت تشویش کا اظہار کرتے ہوئے اس کے تدارک کی ضرورت پر زور دے رہا ہے۔ سنگھ کے سربراہ موہن بھاگوت نے گزشتہ ہفتہ کہا تھا کہ منی پور میں امن کا اقدام کرتے ہوئے ایک سال ہو گیا ہے۔ گزشتہ 10 برسوں سے ریاست میں امن تھا، لیکن اچانک ریاست میں گن کلچر ایک بار پھر بڑھ گیا۔ ایسا لگتا تھا کہ پرانا گن کلچر ختم ہو گیا ہے۔ کیا وہاں اختلاف اچانک پیدا ہوا یا پیدا کیا گیا، اس کی آگ ابھی تک جل رہی ہے، بھڑک رہی ہے اور اس پر کوئی تو چیں؟ اس پر تتجیلی بنیادوں پر غور کرنا ہمارا فرض ہے۔

غالیہ سرنگھ چالک کے مشورہ، تنبیہ اور تادیب کا ہی اثر ہے کہ مرکزی حکومت اب انگڑائی لے کر بیدار ہوئی ہے۔ مرکزی وزیر داخلہ امت شاہ نے منی پور کے حالات کا جائزہ لینے کیلئے گزشتہ دنوں اعلیٰ سطحی میٹنگ طلب کی۔ اس میٹنگ میں امت شاہ کے ساتھ مرکزی داخلہ سکریٹری اجے بھلا، انٹیلیجنس بیورو چیف تپن ڈیکا، آرمی چیف جنرل منوج پانڈے، منی پور کے سیکورٹی ایڈوائزر کل دیپ سنگھ منی پور کے چیف سکریٹری دنیت جوشی، منی پور کے ڈی جی پی راجیو سنگھ اور آسام رائفلز کے ڈی جی پردیپ چندرن بھی موجود تھے۔ اس میٹنگ میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ وزارت داخلہ میتئی اور کوکی قبائل سے بات چیت کرے گی۔ وزیر داخلہ امت شاہ نے منی پور کے چیف سکریٹری دنیت جوشی کو ہدایت دی کہ وہ بے گھر لوگوں کیلئے صحت اور تعلیم کی مناسب سہولیات اور ان کی بازآبادکاری کو یقینی بنائیں۔ اس میٹنگ کے بعد وزارت داخلہ کی طرف سے جاری ایک بیان میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ضرورت کے مطابق ریاست میں مرکزی فورسز کی تعیناتی میں اضافہ کیا جائے گا۔ ریاست میں امن اور ہم آہنگی کی بحالی کیلئے فورسز کو سخت عملی کے ساتھ تعینات کیا جانا چاہیے۔ منی پور میں تشدد پھیلانے والوں کے خلاف سخت کارروائی کی جائے۔

مقام حیرت ہے کہ اس اعلیٰ سطحی میٹنگ سے منی پور کے وزیر اعلیٰ بیرین سنگھ غائب رہے۔ اب یہ تو وزارت داخلہ ہی بتائے گی کہ انہیں مدعو کیا گیا تھا یا نہیں لیکن اس سے اس بات کا اندازہ ضرور ہو رہا ہے کہ ڈبل انجن کی منی پور حکومت کے سربراہ نے بی جے پی کا اعتماد اٹھ گیا ہے اور وہ اپنی نااہلی کے سبب ریاست میں اضافی پرچہ بن کر رہ گئے ہیں۔ اصل قوت و اقتدار مرکز کو حاصل ہے، اس لیے انہیں ریاست کے سیکورٹی معاملات سے دور رکھا گیا ہے۔

اگر ایسا ہے تو مرکز کو فوری طور پر بیرین سنگھ کو بنا کر ریاست کی کمان کسی دوسرے کو سونپنی چاہیے یا گورنر وہاں صدر راج نافذ کر کے تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لینے چاہئیں مگر مرکز ایسا کوئی قدم نہیں اٹھا رہا ہے۔ ممکن ہے یہ کوئی سیاسی مجبوری ہو کیوں کہ بی جے پی کی اس سیاسی مجبوری کی قیمت منی پور کے عوام کو اپنی جان و مال لٹا کر ادا کرنی پڑ رہی ہے۔ ایک سال سے زائد کا عرصہ ہو چکا ہے مگر وزیر اعظم منی پور نہیں گئے ہیں۔ تیسری بار اقتدار سنبھالنے ہی وہ جی-7 سربراہ اجلاس میں شرکت کیلئے اٹلی چلے گئے مگر انہیں منی پور جانے کی فرصت نہیں ملی، اس حوالہ سے وزیر داخلہ بھی صرف ایک بار منی پور گئے مگر حالات میں کوئی بہتری نہیں آئی۔ اب وزیر اعلیٰ کے قافلے پر حملہ اور ان کے گھر کے پاس آتشزدگی ہو رہی ہے۔ انتظامیہ دو حصوں میں بٹ چکا ہے اور وزیر داخلہ وہاں سے لوٹنے کے ایک سال بعد آج دہلی میں میٹنگ کر کے بتا رہے ہیں کہ حکومت میتئی اور کوکی قبائل سے بات چیت کرے گی۔

سوال یہ ہے کہ یہ بات چیت ایک سال کے عرصہ کے دوران کیوں نہیں کی گئی؟ اور اگر کی گئی تھی تو اس کا نتیجہ کیا نکلا؟ وزیر اعلیٰ بیرین سنگھ اگر اہل ہیں اور ان پر اعتماد نہیں ہے تو انہیں ہٹایا کیوں نہیں جا رہا ہے؟ ہلاکتوں کی آگ میں جل رہے منی پور میں صدر راج لگانے کی راہ میں کون سی مجبوری ہے؟ ان سوالات کا جواب ضرور ملنا چاہیے تاکہ عوام کو یقین ہو سکے کہ وہ منی پور میں حالات کو معمول پر لانے کی سنجیدہ کوشش کر رہی ہے۔

edit2sahara@gmail.com

مسلم خواتین کا بچوں کی تعلیم و تربیت میں رول

خواجہ عبدالمنتقم

اسلام نے عورت کو تاریکی کے غار سے نکال کر ایک روشن مستقبل کی طرف گامزن کیا تھا اور ترقی کے اس عمل میں عورت کو برابر کے حقوق دیے۔ اس حدیث کی کہ علم حاصل کرو چاہے چین (یعنی دور دراز علاقہ) ہی کیوں نہ جانا پڑے، معنویت تا ہنوز باقی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ یہاں تعلیم سے مراد صرف مذہبی تعلیم ہی نہیں بلکہ ہر طرح کی تعلیم بشمول دینی تعلیم مراد ہے مگر اس کے باوجود کچھ جنونی لوگ مسلم بچیوں اور خواتین کو صرف گھر کی چہار دیواری میں محدود کر کے تعلیم سے محروم کرنا چاہتے ہیں تو ان کی مرضی، بنیاد وہ مسلمانوں کو پھر عہد جاہلیت میں لے جانا چاہتے ہیں۔ ہر کامیاب انسان کے پیچھے ایک عورت ہوتی ہے۔ اگر اس مقولے کو صحیح مان لیا جائے تو یہ عورت ماں بھی ہو سکتی ہے۔ علی برادران کی ماں اب بی اے کی ایک امتیازی معتبر مثال ہیں۔ جس طرح charity begins from home یعنی صدقہ گھر سے شروع ہوتا ہے، اسی طرح ایک بچہ کی تربیت کا آغاز بھی گھر سے ہوتا ہے اور اسی لیے گھر کو بچے کی تربیت کی پہلی منزل کہا جاتا ہے۔

ماں کے لیے یہ لازمی ہے کہ وہ اپنے بچوں کو اچھی تعلیم دلائے اور تاہنجی و اخلاقی زیور تعلیم سے آراستہ کرائے۔ اب یہ دیکھنے میں آرہا ہے کہ مسلم خواتین، خواہ وہ پڑھی لکھی ہی کیوں نہ ہوں اور بیناتوں میں رہتی ہوں، تعلیم کی اہمیت کو سمجھنے لگی ہیں اور اقتصادی پسماندگی اور کبھی کبھی سماجی مخالفت کے باوجود اپنے بچوں کو بہتر سے بہتر تعلیم دلانے کے لیے آگے آرہی ہیں۔ اسے یہ قیاس کہ جدید تعلیم حاصل کرنے کا مطلب شرم و حیا کو بالائے طاق رکھنے کے مترادف ہے محض دماغی اختراع ہے۔ آج کی بچیاں اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ حیا ہی انسان کو معصیت، گناہ، نافرمانی اور کسی بھی برے کام سے روکتی ہے۔ جہاں ذات گرامی قدر حضرت رسالت مآب میں دوسرے اوصاف حمیدہ بدرجہ اتم موجود تھے، وہاں آپ شرم و حیا کی صفت میں بھی ممتاز و منفرد تھے۔

دراصل ماں اور بچے کے مابین ایک اٹوٹ رشتہ ہے اور ماں بچے کو جتنی جو کچھ سکھاتی ہے، اس کا اثر تا حیات باقی رہتا ہے۔ اگر ماں اپنے بچے کو بروقت برے کام سے دور رہنے کی نرم رویہ اختیار کرتے ہوئے نصیحت کرتی رہے گی تو وہ یقینی طور پر ایک اچھا انسان بنے گا۔ خواتین کا ہر شعبۂ حیات میں الگ الگ رول ہوتا ہے جیسے بطور ماں، بطور استاذی، بطور بیوی، بطور سیاست داں، بطور سماجی کارکن، بطور ایڈمنسٹریٹر اور بطور سفارت کار وغیرہ مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ شعبۂ حیات میں نمایاں کردار و بہتر رول تبھی ادا کر سکتی ہے جب وہ تعلیم یافتہ ہو اسے علمی ماحول ملے۔

والدین آج کی نوجوان نسل میں بڑھتی بے راہ روی سے پریشان ہیں مگر وہ لوگ جو اپنے بچوں کی بے راہ روی کی شکایت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کبھی کبھی وہ خود بھی کسی حد تک اس کے ذمہ دار ہوتے ہیں چونکہ بچوں کی بے راہ روی ان کی بچوں کے تئیں عدم توجہ کا نتیجہ ہوتی ہے۔ بچے ہمارے کل کے رہنما، ہمارے ملک و قوم کے مستقبل کے امین اور موجودہ نسل کے جانشین ہوتے ہیں۔ اگر ہم نے بروقت ان کی صحیح تربیت نہیں کی تو وہ کیا رہنمائی کر پائیں گے؟ ماں باپ کی ہمیشہ یہ خواہش اور کوشش ہوتی ہے کہ ان کی اولاد ان سے بہتر ہو۔ اسی طرح موجودہ نسل یہ چاہتی ہے کہ آنے والی نسل موجودہ نسل سے بہتر ہو اور اپنے ملک اور قوم کا نام روشن کرے۔ بے پایاں شاداب درخت کی مانند ہوتے ہیں جو ایک چھوٹے سے پودے کی شکل میں نمودار ہوتا ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کی جڑیں مضبوط ہوتی رہتی ہیں اور جب اس کی جڑیں مکمل طور پر مضبوط ہو جاتی ہیں، تبھی یہ بات کہی جاتی ہے کہ وہ ایک مکمل درخت بن چکا ہے۔ اسی طرح ایک بچہ جس کی نشوونما صحیح طریقے سے کی جائے اور جس کی بنیاد مضبوط ہو، وہ یقیناً کل کا اچھا شہری بنے گا اور نہ صرف اپنے ملک کے لیے بلکہ پوری عالمی برادری کے لیے ایک بہترین سرمایہ ہوگا۔

تمام ماں کا اور دنیا کے تمام لوگ اس بات کو محسوس کرتے ہیں کہ بچوں کی اچھی نشوونما ہونی چاہیے۔ ان کی اچھی نشوونما کے لیے والدین کو ان کی بہتر تعلیم کے ساتھ ساتھ درج ذیل باتوں پر بھی دھیان دینا ہوگا:

> آج کل ہم بچوں کو الگ کمرہ، کمپیوٹر اور موبائل جیسی سہولیات دے کر ان کی طرف سے غافل ہو جاتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ وہ ان میں کیا دیکھ رہے ہیں۔ بچوں پر نظر رکھنا سخت ضروری ہے لیکن ان کے ساتھ سختی سے پیش نہ آئیں بلکہ محبت سے اور پیار سے کام لیں اور ہو سکے تو خود ان کے ساتھ بیٹھ جائیں مگر انہیں یہ احساس نہیں ہونا چاہیے کہ ان کے ساتھ کوئی زبردستی ہو رہی ہے۔

جائزہ

☆ بچوں کے دوستوں اور بچیوں کی سہیلیوں پر خاص نظر رکھیں چونکہ پرانی کہاوت ہے کہ انسان اپنی صحبت سے پہچانا جاتا ہے اور قوم عامہ کی رو سے بھی یہ صحیح قیاس ہے۔

☆ آج کل ہم بچوں کو الگ کمرہ، کمپیوٹر اور موبائل جیسی سہولیات دے کر ان کی طرف سے غافل ہو جاتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ وہ ان میں کیا دیکھ رہے ہیں۔ بچوں پر نظر رکھنا سخت ضروری ہے لیکن ان کے ساتھ سختی سے پیش نہ آئیں بلکہ محبت سے اور پیار سے کام لیں اور ہو سکے تو خود ان کے ساتھ بیٹھ جائیں مگر انہیں یہ احساس نہیں ہونا چاہیے کہ ان کے ساتھ کوئی زبردستی ہو رہی ہے۔

☆ بچہ اچھی یا بری ہر قسم کی چیز کا اثر فوراً قبول کرتا ہے، اس لیے اس کی دلچسپی دیکھتے ہوئے اسے کسی صحت مند مشغلہ میں مصروف رکھیں۔ ٹی وی وغیرہ میں انہیں معلوماتی پروگرام اور صاف ستھرے سیریل وغیرہ دیکھنے اور ویڈیو گیم کھیلنے سے نہ روکیں لیکن اعتدال سے کام لیں۔ زیادہ سختی کرنے سے بھی بچہ کی نفسیات پر منفی اثر پڑتا ہے اور وہ باغی بھی ہو سکتا ہے۔

☆ ایسے کھیل جن میں جسمانی مشقت زیادہ ہو، وہ بچوں کے لیے بہترین ہوتے ہیں تاکہ بچے کھیل کود میں خوب تھکیں اور اچھی، گہری نیند سوئیں مگر کھیل کے وقت کھیل اور کام کے وقت کام یعنی پڑھائی کے وقت پڑھائی کے اصول کو نظر میں رکھیں۔

☆ لڑکے اور لڑکی کو برابر سمجھیں اور ان کے ساتھ کسی بھی طرح کا امتیاز نہ برتیں۔ وہ والدین کی نہ صرف اخلاقی بلکہ قانونی ذمہ داری بھی ہے۔

☆ والدین بچوں کے سامنے ایک دوسرے سے بے تکلفی کے معاملے میں احتیاط برتیں ورنہ بچے وقت سے پہلے ان باتوں کے متعلق باشعور ہو جائیں گے جن سے ایک مناسب عمر میں جا کر ہی آگاہی مناسب ہوتی ہے۔

☆ والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو بتائیں کہ اس دنیا میں سب انسان برابر پیدا ہوتے ہیں۔ یہ بات دوسری ہے کہ کوئی کسی مالدار گھر میں پیدا ہوتا ہے کوئی کسی غریب گھر میں لیکن انسان، انسانیت اور انسانی حقوق کی رو سے ہر وہ شخص برابر ہے جو اس دنیا میں آیا ہے۔ نہ کوئی چھوٹا ہے اور نہ کوئی بڑا۔ ویسے بھی انسان بڑا یا چھوٹا اپنے کام سے ہی بنتا ہے۔ حقیر اور کمتر وہ ہے جو کم ظرفی کا مظاہرہ کرے، دوسروں کو حقیر سمجھے اور خود کو دوسروں سے اعلیٰ تر تصور کرے۔ اخلاقی، دینی اور دنیوی اعتبار سے ہم تمام انسان برابر ہیں اور کسی کو بھی یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کسی کو نفرت کی نگاہ سے دیکھے یا اس کے ساتھ غلط سلوک کرے۔

(مضمون نگار ماہر قانون، آزاد صحافی، مصنف، سابق بیوروکریٹ و چین الاقوامی امور و برائے انسانی حقوق سوسائٹی کے تاحیات رکن ہیں)

amkhwaja2007@yahoo.co.in

ہمارا آئین تفریق کی اجازت نہیں دیتا ہے

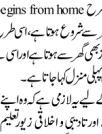

پروفیسر اسلم جمشید پوری

عجیب ہیں یہاں کے لوگ۔ ہندوستان تو سارے جہاں سے اچھا ہے، ہم ہندوستانیوں نے اسے مختلف رنگوں میں رنگ دیا ہے۔ یہاں کا آئین، سبھی مذہب کے لوگوں کو مساوی حقوق دیتا ہے۔ ہر مذہب کے ماننے والے اپنی عبادت گاہیں بنا سکتے ہیں۔ کوئی بھی لباس پہن سکتے ہیں۔ کچھ بھی کھانا کھا سکتے ہیں۔ اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت کر سکتے ہیں۔ ہاں کسی کو بھی اپنا مذہب اپنانے پر دباؤ نہیں بنا سکتے اور کسی کو مجبور نہیں کر سکتے۔ اس ملک کا آئین سبھی مذاہب کی حفاظت کا بھی ذمہ لیتا ہے۔ اسی لیے ہندوستان کو 'کثرت میں وحدت' والا ملک کہتے ہیں۔

ہمیں آزادی ملے ہوئے 76 سال ہو گئے اور اپنا آئین نافذ ہوئے بھی 74 برس ہو گئے۔ ان 74 برسوں میں ہم نے بہت ترقی کی ہے۔ تعلیم، معاش، کھیل، سائنس، فوجی طاقت، ایجادات، بھجتی بازی، روڈ راستے، ریل گاڑی، ہوائی جہاز، بار، بس، موٹر سائیکل، میڈیا، سوشل میڈیا، آئی ٹی، اوجھ اوجھ عارضی، آڈس، فلیٹ، آڈیو ریم، اسٹیڈیم غرض جدھر دیکھیں ترقی ہی ترقی دکھائی دیتی ہے۔

سیاسی اعتبار سے بھی ہم نے خوب ترقی کی ہے۔ دنیا میں ہمارا الگ مقام ہے۔ تقریباً ہر معاملے میں اس وقت ہندوستان تیسرے، چوتھے اور پانچویں نمبر پر ہے۔ آس پاس کے چھوٹے چھوٹے ممالک تو ہندوستان کی طرف ایسی امید سے دیکھتے ہیں۔

ان 76 برسوں میں ہم نے بہت سے فرقہ وارانہ فسادات بھی دیکھے، ان میں کئی تو بے حد خطرناک تھے۔ جمشید پور، بھاگلپور، مرادآباد، میرٹھ اور بابری مسجد کے انہدام کے بعد پھیلے فسادات آج تک اپنی شدت کے ساتھ ذہنوں میں زندہ ہیں۔ سی صدی میں فرقہ وارانہ فسادات نے نئی کہانی لکھی ہے۔ بابری مسجد انہدام کے بعد گودھرا فساد، گجرات فساد، مظفر نگر فسادنے ہندو-مسلم نفرت کو بھرپور ہوا دی۔ فرقہ واریت شہروں تک محدود نہ رہی اور گاؤں دیہات بھی اس کی لپیٹ میں آگئے۔ ملک کو اکثریت اور اقلیت نامی فرقوں میں تقسیم کیا گیا۔ 2014 میں بھگوا رنگ کی سرکار بنی۔ نریندر مودی وزیر اعظم بنے۔ نریندر مودی نے مسلم ووٹ کے بغیر کامیابی حاصل کی۔ 2014 سے اس ملک میں ایک نئی طرح کی سیاست شروع ہوئی جس کا مرکز ہندو-مسلم تھے۔ اس سیاست نے اقلیتوں میں خوف اور ڈر پیدا کیا۔ اکثریتوں میں حد درجہ اعتماد (جو دریا سنج کو جاتی ہے) پر پھیل جاتی ہے۔ اس پر تو کبھی کسی سرکار نے آواز نہیں اٹھائی یا کوئی ایکشن نہیں لیا، کیوں کہ مسلمان سال میں تین مواقع پر کل ملا کر آدھا گھنٹہ ہی نماز وقت لگاتے ہوں گے۔

اب ایک دوسرا منظر نامہ دیکھنے۔ ہر سال ساون کے مہینے میں ہندو بھائیوں کا کاندھا یاترا اتفاق سے۔ ہندو بھائی ہری دوارسے جل لاتے ہیں۔ وہ ایک طرف کا سفر تو بسوں اور ٹرینوں سے کرتے ہیں۔ واپسی میں جل لے کر پیدل اپنے اپنے گاؤں، شہر، محلے کے شیو مندر پر اکر چڑھاتے ہیں۔ ہر سال عقیدت مندوں کی تعداد میں بے انتہا اضافہ ہو رہا ہے۔ جل لانے کے اس عمل میں اتراکھنڈ، مغربی اتر پردیش، دہلی اور ہریانہ براہ راست ملوث اور متاثر ہوتے ہیں۔ سڑکوں کی دونوں جانب ایک ایک کلومیٹر کے فاصلے سے بڑے بڑے پنڈال اور کیمپ لگتے ہیں، جن میں کھانے پینے، نہانے اور آرام کرنے کے انتظامات ہوتے ہیں۔ ان میں سرکاری پنڈال بھی ہوتے ہیں۔ مسلمان بھی بھائی چارے کے فروغ کے لیے مختلف مقامات پر کیمپ لگا کر کانوڑ یاتریوں کا استقبال کرتے ہیں اور انہیں کھانے پینے کی چیزیں دیتے ہیں۔

> کیا ہمارا آئین اس تفریق کی اجازت دیتا ہے؟ اگر دیتا ہے تو اس کا دفعہ نمبر کیا ہے؟ شاید ہمیں اس کی جانکاری نہ ہو؟ یہ دوہرا معیار کیوں؟ مسلمانوں کے خلاف صرف سڑکوں پر سال میں تین مواقع پر (آدھے گھنٹے کے لیے) نماز پڑھنے کے عوض ایف آئی آر کیوں؟ یا تو علانیہ اس بات کو کہیں کہ ہم آئین کو نہیں مانتے؟ ہم مسلمان اور ہندوؤں میں فرق کرتے ہیں؟ ایک ہی کام کانوڑ یاتریوں کے لیے جائز ہے اور مسلمانوں کے لیے ناجائز؟ کانوڑ یاترا میں پندرہ دن کے لیے زندگی مفلوج ہو جاتی ہے اور ہر کسی کو پریشانی ہوتی ہے۔ پریشان ہونے والوں میں مسلمان ہی نہیں، بلکہ ہندو، مسلم، سکھ، بودھ، جین، عیسائی غریب عوام کے ایک بڑے طبقے کو ہفتوں تکلیف جھیلنی پڑتی ہے۔

بے لاگ

یہ سب کیا ہے؟ کیا ہندوستان کی کوئی ریاست سیکولر نہ ہو کے مذہبی ہو سکتی ہے؟ کیا مرکزی یا صوبائی سرکار کسی ایک مذہب کی ہو سکتی ہے؟ نہیں...؟ اس کے لیے پہلے ملک کا آئین بدلنا ہوگا تو ایک خواب سے کم نہیں۔ مسلمانوں کے خلاف کیس بنانے والے ہندوستانی آئین کو اچھی طرح پڑھ لیں۔ کوئی بھی ایکشن لیں تو کسی خاص مذہب کو سامنے نہ رکھیں۔ عوام اور شہریوں کو پریشان کرنے والے سب ایک ہوں، سب کے خلاف یکساں ایکشن ہو، جرم کرنے والا ہندو ہو یا مسلمان سب برابر ہیں۔

aslamjamshedpuri@gmail.com

سیاست میں کچھ بھی ناممکن نہیں

مکرمی!

ادارتی صفحہ پر جناب صبیح احمد صاحب کا مضمون بعنوان 'جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے' ملک میں منعقدہ حالیہ پارلیمانی انتخابات کے نتائج پر بر جستہ طنز ہے کیونکہ گزشتہ اور گزشتہ سے پیوستہ دونوں الیکشن نیز اس دوران سارے ریاستی اسمبلی انتخابات بھی وزیر اعظم نریندر مودی کی مقبولیت کے دم پر لڑے گئے اور حکمراں بی جے پی کو زبردست فیض پہنچا اور شیواسی جوش میں 'کانگریس مکت بھارت' کا نعرہ بھی خوب گونجا۔ حسب سابق 2024 کے پارلیمانی انتخابات بھی اسی جوش و خروش سے 'نریندر مودی کے نام پر اب کی بار 400 کے پار' کے نعرے کے ساتھ لڑے گئے لیکن اس مرتبہ پارٹی کو بر خلاف امید شدید خسارے کے سامنا رہا اور پارٹی کو حکومت بنانے کیلئے بھی اپنی حلیف پارٹیوں کا مرہون منت ہونا پڑا۔ ظاہر ہے کہ 'مودی میجک' کا اثر کم رہا۔ لہٰذا اصولاً اگر کامیابی کا سہرا کسی فرد واحد کے سر جاتا ہے تو ناکامی کیلئے کسی اور کو مورد الزام کیونکر ٹھہرایا جا سکتا ہے۔

علاوہ ازیں سب سے زیادہ سیاسی اہمیت کے حامل صوبہ اتر پردیش جہاں سے سب سے زیادہ گویا 80 پارلیمان منتخب ہوتے ہیں، وہاں بھی پارٹی کو رام مندر کی تعمیر کے باوجود شدید نقصان سے دوچار ہونا پڑا حتیٰ کہ رام مندر کے مقام ایودھیا میں بھی بی جے پی کے امیدوار سماجوادی پارٹی کے امیدوار کے مقابلہ میں ہار گئے اور مجموعی طور پر یہ نقصان، بجز چند صوبوں، کم و بیش ہر ریاست میں ہوا، لہٰذا، موصوف قلمکار نے ثاقبہ لکھنوی کے مشہور زمانہ شعر:

باغباں نے آگ دی جب آشیانے کو مرے
جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

کا استعمال بھی بر جستگی کے ساتھ کیا ہے! وہیں دوسری جانب مجمد عباس دھالیوال کے مضمون ''جمہوری نظام حکومت کے پیچ و خم'' میں ملک کے موجودہ سیاسی منظر کے جس دلچسپ پہلو پر سوال کیا گیا ہے، وہ یہ ہے کہ این ڈی اے کی مخلوط حکومت کی پائیداری پر تو اظہار شکوک و شبہات کیا جا رہا ہے لیکن اسی زاویہ سے 'انڈیا بلاک' کو آزاد رکھا جا رہا ہے جبکہ وہ بھی مخلوط ہی ہے اور ہمیں معلوم ہے کہ سیاسی اتحادوں کی بنیاد محض quid pro quo گویا 'لین۔ دین' کے اصول پر مبنی ہوتی ہے اور یہ سلسلہ کبھی تک جاری رہتا ہے جب تک تمام فریقین ایک دوسرے کی کمر کھجاتے رہتے ہیں۔ جہاں کسی فریق کی انا کو ٹھیس پہنچی، وہ بدظن ہو کر اچانک پالا بدل لیتا ہے۔ لہٰذا اس ضمن میں پیش اندیشے اور خدشات بے بنیاد بھی نہیں ہیں۔ لیکن بہر حال

مراسلہ نگار کی رائے سے مدیر کا متفق ہونا ضروری نہیں

اصولِ خالق کل ہے عمل کا ردعمل
سزا نہ ہوتی اگر لغزشیں نہیں ہوتیں
زکوٰۃ روک لی جائے، زنا کی کثرت ہو
تو آسمان سے پھر بارشیں نہیں ہوتیں

تہذیب ابرار

انڈین نیشنل ڈپلومیٹک اکیڈمی (انڈیا) کو بھی عوامی فیصلہ کے احترام میں قدم سنبھال کر چلنا ہوگا کیونکہ جمہوریت کے سارے کھیل کی دارومدار نمبرات پر مبنی ہے۔ لہٰذا بقول موصوف قلمکار یہ دلچسپی سے خالی نہیں کہ آیا انڈین نیشنل کانگریس کے زیر قیادت 'انڈیا' اپنی جیتی ہوئی 234 نشستوں کے باعث اپنی مضبوط پوزیشن برقرار رکھ پائے گا؟ کیوں کہ سیاست میں کچھ بھی ناممکن نہیں اور کچھ ادھر اُدھر ہونے سے سارا کھیل بگڑ بھی سکتا ہے کیونکہ بقول علامہ اقبال:

جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں، تولا نہیں کرتے!

اظہر علی خاں
شرافت منزل، کوٹوالان، رامپور-1

نوٹ: ادارتی صفحے پر شائع مضامین میں مضمون نگاروں کے ذریعہ ظاہر کی گئی آرا ان کی ذاتی ہیں اور ادارہ اس کیلئے کسی طرح سے ذمہ دار نہیں ہے۔

سہارا انڈیا مس کمیونی کیشن کیلئے پرنٹ و پبلشر **ضیاء قادری** نے سہارا انڈیا مس کمیونی کیشن پریس، راشٹریہ سہارا اپارٹمینٹس، پارک روڈ گورکھپور میں چھپوا کر شائع کیا۔
Published & Printed by **Zia Qadree** on behalf of **Sahara india Mas Communication** and Printed at **Sahara india Mas Communication** Press. Rashtriya Sahara Park Road, Gorakhpur and Published from Rashtriya Sahara Park Road, Gorakhpur
Editor & Group Editor: **Abdul Majid Nizami** (editor.nizami@gmail.com) **ایڈیٹر اینڈ گروپ ایڈیٹر: عبدالماجد نظامی***
For Editorial/News: gkpsaharaurdu@gmail.com, editor.saharaurdu media@sahara.in ■ **Advertisement (National)**: ■9891773434,9899452476, **Email: adsahara@gmail.com**
www.roznamasahara.com 0551- 3062427: شعبہ اشتہارات 0551-3062415,3062416: سرکولیشن - **Email: gkpsaharaurdu@gmail.com** - 0551-2202362, 3062400 ٹیلی فون گورکھپور
R.N.I. NO-UPURD/2002/6747 Roznama Rashtriya Sahara (Gorakhpur) 8884 شمارہ نمبر: 23 سال:
اس شمارہ میں شامل شائع شدہ تمام خبروں کے انتخاب اور ایڈیٹنگ کیلئے ذمہ دار *
حب الوطنی ○ فرض شناسی ○ ایثار ہمیں فخر ہے کہ ہم ہندوستانی ہیں